

اور میری کشتی ایک ذرتے کی حیثیت رکھتی ہے۔ پچھوڑ دالی کشتیاں مانترے کے کنک  
کنارے چل رہی تھیں اور میں جہاں تک آگیا تھا دہاں یا تو چند باد بانی کشتیاں تھیں  
اور یا دو تین موڑ بولٹ .. مجھے پسینہ آرہا تھا اور پانی کی چھنڈ ک جھنڈ تک آرہی تھی ...  
تھوڑی دیر کے بعد میں نے ستانے کے لئے اپنے ہاتھ روکے اور پسینہ پوچھتے ہوئے  
کشتی میں بیٹ گیا۔ سیورج کی کرنوں میں الجھی حدت تھی اور میری آنکھیں بند ہوئے  
لگیں لیکن میرے پاس اتنا وقت نہ تھا۔

اور دوسرا کنارہ دہیں پر تھا قریب نہیں ہوا تھا... البتہ اس قصہ کے نتوء کچھ  
 واضح ہو رہے تھے جو فرانش میں تھا۔ تب میں نے خاصی دیر بعد مجھے مرکر مانترے  
کی طرف دیکھا اور باقاعدہ بر باد ہو گیا... اتنا زدوس ہو گیا کہ چھپر ہا تھے چھوٹنے  
لگے۔ دہاں جہاں مانترے ہونا چاہیے تھا... دہاں کچھ اور تھا... ڈھنڈ لی سی چنڈ  
پھاڑیاں تھیں اور کسی شر کے آثار تھے۔ مانترے کا کوئی نقش کوئی عمارت واضح  
نہیں تھی... مجھے تو اب یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کس مقام سے کشتی کھیتا ہوا جھیل  
میں نکلا تھا اور اب وہ کوئی جگہ ہے جہاں وہ بوٹ کلب ہے جہاں مجھے داپس جانا ہے  
... دوسرا کنارے پر جا کر داپس آنا ایک انتہائی احتیاط منصوبہ تھا اور یہ بے حد  
منگنا ٹابت ہو سکتا تھا۔ میں نے فوری طور پر داپس جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اگر  
مجھے جھیل میں سی رات ہو جاتی ہے تو صرف ایک گرم شرٹ میں مجھے آسانی سے غونیہ  
ہو سکتا تھا اور ذرا کم آسانی سے اور بہت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

یوں تو جھیل یہاں سکون سے بھی... اور ہر رینیک سڑ ہونے کے برابر تھی...  
کبھی کبھار کوئی موڑ بوٹ آنکھتی ورنہ کشتیاں مانترے سے زیادہ دور نہیں جاتی تھیں  
کیونکہ ان میں سوار لوگ کلا سیکی بیوقوف نہ تھے میری طرح ...  
میں نے کشتی کا رُخ بدلت کر اُسے مانترے کی جانب کیا اور چھپر چلانے لگا...

اب یہ بہت بھاری لگ رہے تھے اور میرے بازو عیسیے آہستہ آہستہ منحدر ہو رہے تھے۔ میری نظر میں ان پہاڑیوں پر جھی تھیں جن کے یچھے مانترے تھا لیکن دردی کی وجہ سے صاف نظر نہیں آتا تھا... اور شام بھی یوں اُتری جیسے گر پڑی ہو ساحل پر آہستہ آہستہ روشنیاں جلنے لگیں اور ان کے ساتھ ہی جو کچھ نظر آتا تھا وہ بھی غائب ہونے لگا اور مخوبڑی دیر کے بعد تمٹاتی ہوئی روشنیاں تھیں اور ان پر زخمی ہوئی میری مثلاً شی آنکھیں تھیں جن میں خوف کی نمی بھی تھی... میں نے لاٹیں جلا کر اسے باس کے ساتھ لٹکا دیا...

میں شام کم ہو چکا تھا... مجھے کچھ پتہ نہ تھا کہ میں کشتنی کو کہاں سے جارہا ہوں اور درجور روشنیاں ہیں وہ مانترے کی ہیں یا کسی اور قبیلے کی اور اگر مانترے کی ہیں تو کیا میں اسی کلب کی جانب جارہا ہوں یا کسی اور طرف نکل جاؤں گا... تھکا دٹ بھٹ پر بڑی طرح غالب آگئی اور میں ستانے کے لئے چپو چھپو کر بیٹھ گیا... ساری دی اپنا آپ دکھانے آ رہی تھی، بھوک نے بھی پریت کو سختی سے پکڑ لیا... ساحل پر تمٹاتی روشنیاں اور جھیل پر تیرتی کشیوں، موڑ بوٹ اور سیمہرڑ کی روشنیاں اب الگ الگ نظر آ رہی تھیں۔ سب کچھ ایک تھا، اندھیرا تھا اور اس میں روشنیاں تھیں۔ بھیل کے پانی کماں ختم ہوتے تھے اور ساحل کماں سے شروع ہوتا تھا کچھ دکھائی نہ دینا تھا... ایک رومانوی خیال ایک ڈراؤنے نے خواب میں بدلتا تھا... پہلی موڑ بوٹ میرے قریب سے گز ری تو ایک بھوپال سا آگیا۔ میں نے بمشکل کشتنی کو سیدھا کھا دہ دکھائی نہ دی، لیں تار کی میں آئی اور مجھے بھجھوڑ کر چلی گئی... میں نے چپڑاٹھائے کر سفر دبارہ شروع کر دیں لیکن چپڑا بھاری ہو چکے تھے اور بازو شل ہو چکے تھے... مجھے صرف اپنی لاٹیں دکھائی دے رہی تھی اور سیاہ پانیوں کا وہ حصہ جس پر روشنی پڑ رہی تھی، مجھ میں وہ تمام تر دہشت پھوٹتی تھی جو میدانوں کا باسی اتحاد

تاریک پانیوں کے لئے رکھتا ہے... میں اتنا غوفزدہ ہو چکا تھا کہ اگر مجھے کہیں سے مدد ملنے کی امید ہوتی تو میں یقیناً زور زور سے رونے لگتا۔  
میں کشتنی چلا تو رہا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کشتنی جل رہی ہے یا ذہیں ایک مقام پر کھڑی ہے۔

اس دوران دو مختلف موڑ بولٹس نے میں آخری لمحات میں میری لالہیں دیکھی اور مجھے جھنجھوڑتی ہوئی تاریکی میں نگلی گئیں۔

شدید تھکا دھن اور پیسنے کے باوجود کوہ الپس میں سے اُترتی ہوئی سر و ہوا مجھے ایک یعنی بستہ غنوڈگی کی طرف لے جاتی تھی۔ میں بڑی مشکل سے اپنی انکھیں کھلی رکھ رہا تھا یہ بھی ذہن میں آیا کہ کسی نہ کسی طرح رات گزاروں تو صبح کے وقت ایک تو مجھے ساحل صاف دکھائی دے گا اور دوسرے شام کوئی میری کشتنی کو اپنی کشتنی کے ساتھ پاندھ کر مجھے کنارے تک لے جائے لیکن اس منصوبے میں قباحت صرف گرم کپڑوں کی تھی جن کی خیر موجودگی میں کشتنی کی مشقت کے باوجود میں کپکپا رہا تھا لذت پختہ شب کے بعد یخ پانی پر تیرتے ہوئے کیا حشر ہو گا... اور اس کے علاوہ بھر ک مجھے نہ صال کر رہی تھی... ایک مرتبہ میں نے بھیل کا پانی پینے کی کوشش کی لیکن وہ اتنا ٹھنڈا تھا کہ خالی پیٹ میں ایک کنڈ پھری کی طرح گرا...  
اور پھر مجھے ساحل کی روشنیوں میں سے ایک روشن دائرہ الگ ہوتا ہوس ہوا

ادریسی شیآن کا قلعہ تھا جسے منور کیا گیا تھا۔ میں اس سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع بولٹ کلب سے نکلا تھا اور میری سمت تقریباً درست تھی... امید بندھی تو مجھ میں ہمت کے ساتھ ساتھ طاقت بھی آگئی... البتہ ایک خطرہ تھا کہ ساحل کے قریب اس وقت خاصی تعداد میں موڑ بولٹ گھوم رہی تھیں اور وہ قدر سے لاپرواہ ڈرائیوروں کے ہاتھوں میں تھیں۔ یوں بھی رات کے وقت عام کشتنی تو ساحل سے الگ نہیں ہوتی

اس لئے پانی مورٹ بوٹ دوڑانے کے لئے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ میں دعا کر رہا تھا کہ  
وہ بے شک عیش کریں لیکن خدا کے لئے میری نسخی منی لاٹیں ضرور دیکھ لیں...  
جب میری کشتی بروٹ کلب کے پانیوں میں داخل ہوئی موشنترے کے ساتھ کے  
ساتھ یہ واحد جگہ تھی جہاں بے شمار بلب روشن تھے صرف اس لئے کہ ان کی ایک  
کشتی واپس نہیں آئی تھی اور یہ روشنیاں اُس ایک کشتی کو راستہ دکھانے کے لئے  
مخفیں... بروٹ کلب کے کارندے سرچ بوٹ بھیجنے کی تیاری کر رہے تھے...  
میں نے زمین پر قدم رکھا تو یوں لگا جیسے ایک پوری زندگی پانیوں پر گزار  
کر آیا ہوں اور شام میں پیدا ہی کسی کشتی پر ہوا تھا اور نہ میں صرف ایک خیال تھا اور  
یہ پہلی مرتبہ میں اُس پر پاؤں رکھ رہا تھا...  
آئندہ زندگی میں کئی مرتبہ دوسرا کنارے پر پہنچنے کے لئے سفر کیا۔ تکلیفیں  
برداشت کیں اور پھر اسی مقام پر واپس آگیا جہاں سے چلا تھا... تو یہ تائب ہوا کہ  
آنندہ ایسا نہیں کروں گا لیکن ایک مرتبہ پھر ادھراس پار جانے کی خواہش بیمار ہو جاتی  
اور میں روانہ ہو جاتا... پھر وہی ہوتا ہجہ میرے جیسوں کی قدمت میں لکھا ہوتا  
ہے... واپسی اور تھکا وٹ... اور یہ کہ آئندہ نہیں جاؤں گا... لیکن جب تک  
جنوں کی کشتی پاس ہوا اور باز ڈل میں طاقت ہو دوسرا کنارے کو دیکھنے کا جذبہ  
سرد نہیں ہوتا... پتہ نہیں دوسرا کنارہ ہے بھی یا نہیں... اگر ہے تو سب کو کیوں  
دکھائی نہیں دیتا؟

---

شاتودے شیان اور مانترے کی بھیل ابھی نظر دن سے او جمل نہیں ہوئے تھے۔ میں جب بھی پڑھ کر دیکھتا تروہ ایک محمد منظر کی طرح دکھائی دے جاتے مانترے سے ایک سڑک سینٹ ماریس کی طرف جاتی ہے اور میں اُس پر پیدا چلن رہا تھا۔ سڑک سبتوں ہوا سطح پر تھی لیکن بیس تین میل کے فاصلے پر بلندالپس میں گم ہو رہی تھی۔ اب تک میں نے سوئٹر لینڈ کا صرف وہ حصہ دیکھا تھا جو تقریباً میدانی تھا لیکن مانترے سے آگے الپس کھڑے تھے اور ان میں کمیں ایک قصبہ سینٹ ماریس تھا جہاں مجھے جانا تھا۔ اور اگلے روز مجھے مارٹینی کے راستے سی آن تک پہنچا تھا۔ سی آن سے آگے فرمات تک صرف ٹرین جاتی تھی اور فرمات کے آگے صرف وہ جاتے تھے جنہیں کوہ میٹر ہارن کی کشمکش بلا تی تھی۔ میٹر ہارن ایک ایسی چوٹی ہے جو دنیا کی دوسری چوٹیوں کی نسبت زیادہ اونچی تو نہیں لیکن اس میں ایک ایسی خاموش طاقت ہے جو پہاڑوں سے پیار کرنے والوں کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ آئیں اور اُسے دیکھیں اور اگر ہمت ہو تو اُس کو سر کریں۔ میں نے میٹر ہارن کو ہزاروں تصویروں میں دیکھا تھا اور جب بھی دیکھا تھا سامن روک کر دیکھا تھا اور اب میں اُس کے پاس جانا چاہتا تھا۔

میں آج صبح نزبجے مانتر سے نکلا تھا اور ابھی تک پسیل چل رہا تھا اور  
حسب سابق مجھے کوئی لفڑ نہیں ملی تھی... چونکہ سڑک ہمارتھی اس لئے چلنے میں  
زیادہ دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ ٹرینیک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی....  
بھیل جنیوا کے کناروں پر سفر کرتے ہوئے مجھے روشنی اور سرخوشی کا اساس  
ہوا تھا لیکن اب میں الپس کی جانب چل رہا تھا اور ادھر دھوپ دھتی بلکہ ایک  
مہمنی ہوئی بلند تاریکی تھی جو مجھے خوفزدہ کر رہی تھی... انسانوں کا خوف مجھ پر  
حاوی ہوتا تھا لیکن ایسا نہیں کہ میرے قدم رک جائیں... مجھے دو تین چھوٹی چھوٹی  
لشیں ملیں جو میرے فاسلے کو صرف پندرہ بیس میل کم کر سکیں... ہاں یہ ہے کہ اب  
پچھے مرد کو دیکھنے کے لئے کچھ نہ تھا کیونکہ شیآن کا تکمیلہ درمنترے ماضی میں گم ہو چکے  
تھے... میں بلند الپس کے سامنے میں آ رہا تھا۔

دو بجے کے قریب منزوں بات کے بینکڑوں کریٹ کی پختا ہوا ایک بہت بڑا ٹریلر  
میرے قریب آگر کرنے لگا اور بٹکل رکا... ڈرائیور کی نشست کم از کم دس فٹ  
کی بلندی پر تو ہو گی۔ اس نے جو من میں کچھ پوچھا اور میں نے پہاڑوں میں گم ہوئی  
سڑک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "سینٹ ماریں"۔ اس نے دروازہ کھول کر  
ہاتھ پیچے کیا اور میں نے اُسے پہنچا کیا اور پھر سوارا لے کر خود  
اور پوچھ گیا۔ ڈرائیور کے برابر کی نشست خالی تھی اور بہت بڑی تھی۔ بلندی کی وجہ سے  
سڑک پر روان دوسرا ٹرینیک کی صرف پچھیں نظر آتی تھیں اور اور گرد کا منظر بھی دوڑک  
دکھائی دیتا تھا۔ ٹریلر ایک دھچکے کے ساتھ شارٹ ہو گیا اور چند بولیں آپس میں مکاریں۔  
"میں غیر ملکی بیٹر کے کریٹ جنیوا سے لا رہا ہوں" ڈرائیور نے بتایا "اور ہمیں  
اجازت ہوتی ہے کہ ہم سفر کے دروان بھتی بیسر پی سکتے ہیں مفت میں پلیں...  
تمہیں بھی اجازت ہے کیونکہ خالی بوتل تو یہ نہیں بتائے گی کہ اسے ارشٹ نے

منیں پیا بلکہ ایک ہندوستانی نے پیا ہے۔“  
”پاکستانی“

”ہاں پاکستانی... ویکیم الجدڑ“

ارنسٹ اگرچہ ڈیلیر ڈرائیور تھا لیکن خاصا پڑھا لکھا تھا۔ کہنے لگا تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک دوڑ کرایاں کیں لیکن دفتروں میں، بندگروں میں میراجی نہ لگا... کچھ عرصہ ٹورسٹ گائیڈ کے طور پر کام کیا لیکن مجھے رٹپ وصول کر کے ٹینکریوں کھنا اچھا منیں لگتا تھا اس لئے وہ کام چھوڑ کر ایک فارم پر ملازم ہو گیا اور پھر خپڑے ہفتلوں کے لئے ڈریک ڈرائیور نگ کی اور ایسی کی کہ گذشتہ بارہ برس سے بھی کام کر رہا ہوں اور یہ حد غوش ہوں۔

”ڈریک ڈرائیور نگ میں ایسی کوئی خاص بات ہے؟“

”آزادی“ اس نے پاؤں میں رکھے کریٹ میں سے ایک بوقت انجامی اور اس کا ڈھکنا ڈیش برڈ کے ساتھ نصب بالٹ اونپر سے کھول کر منہ کو لگا لی میں زیادہ تر لمبے راستوں پر چلتا ہوں۔ مثلًا اوسلو سے روم تک۔ برلن سے استنبول تک اور کبھی کبھی تہران تک... یہ ڈیلیر میرا گھر ہے۔ اس کے پیچے ایک چھوٹا سا آرام دہ کمرہ ہے۔ لمبے راستوں پر ہم دو ڈرائیور ہوتے ہیں لیکن سوئٹر لیٹنے میں صرف ایک ڈرائیور سے کام چل جاتا ہے۔ یہ ملک اتنا خفتر ہے کہ چوتھا گیر بڑی مٹکل سے لگتا ہے۔ دو حصتوں پر مشتمل ڈیلیر ایک اثر دھے کی طرح پھنکاتا ہوا الپس کے پہاڑی سلسلے میں چلا جا رہا تھا اور ہم دونوں اس کی دو آنکھیں تھے۔

شام ہونے سے پہلی ہم سینٹ مارلیں پہنچ گئے جو ایک درمیانہ ساققبہ تھا لیکن بہت خالی اور اداس لگ رہا تھا... ہم دونوں نے ایک رسیٹور ان سے کافی پی اور ارنسٹ کو اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ اس نے بیر کا ایک کریٹ

خالی کر کے اس کی جگہ دوسرا کھلیا تھا... .

”کیا یہاں کیمپنگ ہے؟“ میں نے بڑھی دلیر س سے دریافت کیا۔

”ڈکامپنگ“ اس نے خوٹکوار لجئے میں کہا ”ہوٹل؟“

”منیں منیں میں ذرا غریب سا ہوں ہوٹل دغیرہ افروڈ منیں کر سکتا“

”سُنُو“ ارنٹ نے اٹھتے ہوئے میرے کندھ سے پر ہاتھ رکھا ”تم نے دراصل

وہ پ جانا ہے نا ذرماٹ کے لئے... تو پھر یہاں کیا کرد گے میں ادھر ہی تو  
جارہا ہوں“

میں ایک مرتبہ پھر اس اثر سے پر سوار ہو کر اس کی ایک آنکھ بن گیا۔

مارٹینی کے قریب ایک دریا نظر آیا۔ یہ کون دریا ہے؟

”دریاۓ رہوں“ ارنٹ نے بتایا۔

”وہی جنیوا کے قریب بھیل میں گرتا ہے؟“

”یہ تو مانتر سے سے چند میل ادھر اس بھیل میں گرتا ہے۔ جنیوا کی طرف تو نہیں جاتا“

”تو پھر وہ کوشا دریا ہے جس میں میں رہوں سمجھ کر مناتا رہا ہوں؟“

”پتہ منیں نہاتے تم رہے ہو تمہیں پتہ ہونا چاہیئے... ویسے میں ٹھیک طرح  
سے یہ بھی منیں جانتا کہ یہ دریا مانتر کے قریب بھیل میں گرتا ہے یا اس میں  
سے نکلتا ہے... میرا خیال ہے ہمیں ٹریلر روک کر دریا کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ  
یہ جارہا ہے یا آرہا ہے... اور اگر آرہا ہے تو نکلتا ہے اور اگر...؟ ارنٹ مناسب  
حد تک بہک چکا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ٹریلر کو بالکل درست طریقے سے  
ڈرائیور کر رہا تھا۔

رسی آن پسچے تو اندر ہمرا چکا تھا اور اس اندر ہیرے میں فٹ پا منتوں اور  
سرک پڑتی روشنیاں چمک رہی تھیں کیونکہ یہاں بارش ہو رہی تھی... ہم ذرا ٹیوٹنگ

کیبین کی عافیت میں بندہ سی آن پر ایک اچھتی ہوئی نظر ڈالتے ہوئے گذر گئے۔ باش کی شدت میں تیزی آئی تھی.... میں نے رُک سیک میں سے جیکٹ لکال کر پہن لی۔ لات میں گم الپس کے آغوش میں، بجلی کی ایک بجھی ہوئی لہر کبھی کبھار دوڑ جاتی۔ ہم تپتے ہیں کماں کماں سے گذر رہے تھے اور کماں جارہے تھے... ارنست تر جا چکا تھا وہ پتہ نہیں کہ کون زبانوں میں کیا گیا گاربا تھا اور بے حد خوش تھا...  
باش رُکی اور پیچے رہ گئی۔

وہ سپ کے باسی سونے کی تیاری کر رہے تھے جب ہمارا ٹریلر اُس کے ایک پُر سکون بازار میں ٹکا۔ دکانوں پر آدیزان نیوں سائنس تاریک ہو رہے تھے اور ٹرینیک سے یکسر خالی ایک چوک کی ٹرینیک لائٹس بڑے اہتمام سے جلن گھر رہی تھیں... ارنست نے اپنی پادر برکوں پر پاؤں دبادیا۔

میں نے رُک سیک اٹھایا اور ڈرائیور نگ کیبین سے آہستہ آہستہ پیچے اٹرایا... ارنست بھی پیچے آگیا "مجھے بھوک لگی ہے..... اس سے پیشتر کہ تم اپنی پہاڑی دیکھنے کے لئے چلے جاؤ اُن کیبین سے کچھ کھالیں"۔

ہمیں کیبین سے کچھ نہ ماسٹر تو بندہ ہو چکے تھے اور کافی ہاؤس وغیرہ مل نہیں رہے تھے۔

"تم یہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر ذرا مات جاؤ گے اور وہاں سے میٹر ہارن کی زیارت کر گے.... مٹیک؟" ارنست کا ساش پھول رہا تھا اور سفید ہو رہا تھا کیونکہ یہاں خاصی سردی تھی۔ جھیل لامن کی نسبت یہ برخانی موسم تھے تو اب اس وقت تم رات کماں بس کر دے گے؟"

"میں سٹین پر چلا جاؤں گا؟"

"یہاں چھوٹے قصبوں کے سٹین گاڑی کے آنے یا جانے پر کھلتے ہیں اور پھر

بند کر دیئے جاتے ہیں اب بولو کہاں جاؤ گے؟ میں سونٹر لینڈ کے صدر مقام بن  
جا رہا ہوں۔ صحیح تک ہم دہاں ہوں گے۔ تم بھی آجائو۔“

”منیں میں سینگ کی شکل کی پھر فی میرہارن ضرور دیکھوں گا اور اس کے دام  
میں پوشیدہ الپائن قبیل اور مچوں اور...؟“

”مھیک ہے ضرور دیکھو... اچھا خدا حافظ“ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر  
مجھے کندھے پر تھیکی دے کر چلنے لگا... میں نے فوراً ہی تیز ترین سرچ کا مظاہرہ  
کیا اور اپنے آپ سے چند سوالات پوچھے... وسپ کے باسی تو اپنے گرم بستوں  
میں سوچ کر تم کہاں سوئے گے؟... پتہ نہیں... کیا کوہ میرہارن آئندہ ضرور فرزیں  
غائب ہونے والی ہے اور اگر نہیں تو پھر دیکھی جا سکتی ہے کہ نہیں؟... ہاں...  
یعنی میرہارن کو اگلے برس بھی تو دیکھا جاسکتا ہے... ہاں...“

”ارنست... میں تمہارے ساتھ جاؤں گا“ میں نے نفرہ لگایا۔

ارنست کا نہیں پہلا رہا اور میں اپنا اُک سیک اٹھائے اس کے پیچے بجلانے  
لگا۔ کوہ الپس میں رُکی ہوئی رات میں ہمارا سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

”ویسے میں تمہاری جگہ ہوتا تریے شک وسپ میں ساری رات مجھے فٹ پاکتوں  
پر چلنا پڑتا لیکن میں وسپ پھوڑ کر نہ جاتا“ ارنست مسکرا یا۔  
”کیوں؟“

”دہاں سے فرمات کر راستہ جاتا ہے۔ اور ذرماٹ ایک ایسا قبیلہ ہے جسے دیکھ  
کر یقین نہیں آتا کہ یہ پچ مچ ہے۔ لگتا ہے کہ جیسا ہے اور اس کے پس منظر میں  
امبھرتی ہوئی میرہارن کو دیکھ کر اشان بہوت ہو گرہ جاتا ہے۔“

”ابنست کیا تم مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں آتا رکھتے ہو میں وسپ واپس جانا  
چاہتا ہوں۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”مینیں اب بہت دیر ہو چکی.. پھر کبھی آجانا ابھی بہت سفر ٹکی ہے“  
 لیکن میں پھر کبھی بھی نہ جا سکا... میں متعدد بار سوٹر لینڈ گیا اور ہر مرتبہ  
 میرے منصوبوں میں سفر فہرست ذرماٹ ہوتا اور میسٹر بارن ہوتی لیکن کبھی میں  
 قریب سے گزر گیا۔ کبھی میرے پاس وقت کی کمی ہوتی اور کبھی میں بیمار ہوتا اور  
 بیوی میں آج تک وہاں نہیں جا سکا۔

”تم نے وسپ میں مجھے یہ سب کچھ کیوں نہ بتا دیا؟“  
 ”وہاں بتاتا تو تم چلے جاتے۔ میری خواہش تھی کہ تم میرے ہمراہ بُرَن تک  
 پہلو... میں اکیلا ڈرائیور کرتا کرتا بُرَن ہو جاتا ہوں اور تم اپنی کمپنی ہو۔“  
 شام میں سو گیا....

آنکھ کملی تو ابھی رات تھی اور ارنست بڑے اطمینان سے ٹریلر جلاپائے جا رہا تھا۔

”بُرَن کیسا شہر ہے ارشٹ؟“  
 ”پتہ نہیں۔ میں تو اپنا کار گوکمپنی کے ہوائے کرنے کے بعد واپس جیسو اچلا جاؤں گا۔ مجھے سوٹر لینڈ کے صرف فرانسیسی حصے پنڈیں۔ بُرَن برصغیر ہے اور میرے لئے بے حد کرخت ہے...“ تم کہاں ٹھہرو گے؟“  
 ”کہیں بھی“

ایک بھیل قریب الگئی... ہم اس کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔  
 کہیں کہیں کوئی ردشتی تھی۔

”یہ بھیل برنسیز ہے... اور اس کے ساتھ بھیل نہ تن شروع ہو جائے گی۔  
 دونوں بھیلوں کو ایک نہ آپس میں ملا تی ہے اور اس کے آس پاس انٹر لاکن کا شر  
 ہے...“ ارشٹ نے بتایا۔

انٹر لاکن کا نام میں سیاہستی کتابوں میں دیکھ چکا تھا اور تصویروں میں یہ شہر بے حد دیدہ زیب لگتا تھا، انٹر لاکن کیسا ہے؟“

”ہوں؟“ ارنٹ نے میری طرف دیکھا۔ ہاں... تم نے انٹر لاکن نہیں دیکھا؟“

”ہا با میں تو پہلی مرتبہ اس ملک میں آیا ہوں؟“

”تو پھر تم یہیں اترے گے...“

”لیکن ابھی تورات ہے؟“

”میں تمیں دونوں بھیلوں کو ملانے والی نہر کے کنارے واقع ایک کمپینگ

سائٹ پر اتار دوں گا تم وہاں ختمہ لگا گر رات گذار لینا...“

”اس وقت؟“ میرا بھی نہیں چاہ رہا تھا کہ ڈرائیور نگ کی بن میں سے باہر نکلوں

اور باہر انڈھیرا ہوا در سردی ہو۔

”میں تو تمیں بڑنیک لے جانے کو تیار ہوں... لیکن انٹر لاکن...“ وہ خاموش

ہو کر ڈرائیور کرنے لگا۔ بھیلو کے بالکل ساتھ پہاڑ تھے اس پر بھکے ہوئے اور ان پر  
گھر تھے... تاریکی کے باوجود وہ دکھائی دیتے تھے جیسے بھیلو کے پانیوں سے  
پکھ چک پا کر وہ دکھائی دیتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بھیلو بنیز کا پانی پیچے رہ گیا۔

”ابھی ہم نہر عبور کر کے دوسری جانب جائیں گے اور بھیلو مون کے ساتھ ساتھ  
سفر کریں گے... یہ بائیں ہاتھ پر وہ کمپینگ سائٹ ہے...“ اس نے باہر دیکھا۔

باہر دہی نیم تاریکی تھی اور اس میں کچھ خیجے تھے.....

”مارٹنٹ“ میں نے اس کے بازو کو تھام کر کیا۔ لفٹ کے لئے شکر یہ میں میں

اُتھوں گا؟“

اس نے پا اور بریکوں پر پورا وزن ڈال دیا۔

ارنٹ کے ٹریلر کی عقبی روشنیاں انڈھیرے میں دور ہو رہی تھیں... شام میں

درختوں کے کسی جھنڈ کے قریب اُڑتا تھا... دور کچھ نظر آتا تھا... میں نے رُک سیک اٹھایا اور چلنے لگا... ایک پھوٹی سی عمارت کے باہر ایک بلب روشن تھا... دہائ کوئی نہ تھا... عمارت کے قریب خیسے اور کارروان ایک ڈھلوان سطح پر مجھے ہٹے تھے۔ درمیان میں ایک راستہ تھا۔ میں اس پر چلتا رہا اور پھر تاریکی قدرے کم ہوتی... آسمان نظر آتا تھا۔ جہاں خیسے شتم ہو رہے تھے ان سے پرے ایک سربز ڈھلان پر میدنے اپنا رُک سیک رکھا اور خیسے کا مھیلا کھول کر اُس میں سے میخیں، راؤ اور خیسے کا کپڑا انکال کر زین پر پھا دیا۔

پھر اُوں کی تاریک رات میں میدنے اپنا خیسے ٹھوٹ کر نصب کیا۔ کیمپنگ سامنے میں خاموشی تھی اور پانی کے چلنے کی سرگوشی اور ایک ہوا جس میں برف کی خنکی تھی۔

اُس رات نیند بہت کم آئی... تاریکی کی دبر سے میں نے اپنا خیمہ ایک ایسی ڈھلوان پر نصب کر لیا تھا جس پر لیٹنے سے میں آہست آہست کھسکتا رہتا اور بالآخر میرے پاؤں خیسے سے باہر بھانکنے لگتے۔ اگر میں رُخ بدلتا تو پاؤں اتنے اور ہو جاتے کہ سارا خون سر کی جانب دوڑتا اور نیند نہ آتی...۔

صحیح کی روشنی ابھی پھیلنے کو تھی کہ میں اپنے خیسے سے باہر آگیا۔

اور سامنے یہاں فرد کی برپورش پھوٹی تھی... یہ نہیں کہ وہ بالکل سامنے تھی بلکہ وہ تو نہر کے پار ایک میدان کو عبور کر کے انٹرا لائن کے شہر سے درجتی یکین خیسے سے باہر نکلتے ہی وہ اس طرح سامنے آجائی جیسے بالکل پاس ہے اور اگر انسان کو اس کی برف درکار ہو تو ہاتھ بڑھا کر ایک نٹھتی تو لے سکتا ہے... جھیل بیشتر اور جھیل نہیں کو ملانے والی نہر کی سطح گھاس کے میدان کے برابر تھی چنانچہ وہ نہر نہیں لگتی تھی کہ نہر تو کناروں کے اندر ذرا بیچھے ہوتی ہے اور یہ گھاس کے ساتھ

ہی نکھلی ہوئی تھی۔ کیپینگ کی عمارت تو سڑک کے قریب تھی لیکن اس کا رقبہ دو تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور سب سے آخر میں میرا خیمہ ڈھلوان پر ترچھا ہو رہا تھا اور ذرا بیچ تو ف سالگرتا تھا لیکن یہاں میں بالکل کھلی فضائیں تھا اور میرے آس پاس سیاہوں کا شور نہ تھا بستی نہ کی مضم آہٹ تھی... شیموں کا یہ قسم بہنزو خوابیدہ تھا۔ ایک کاروان شاہد کسی طولیں صافت کے لئے پھانک سے باہر نکل رہا تھا۔ نہ تھی۔ ادھر گھاس کا میدان تھا اور پھر ایک سفید پونخ تھا اور اس کے ساتھ ایک پھونٹی سی پہاڑی تھی۔

میں اپنے خیسے میں داخل ہوا اور سو گیا۔

دو پھر کے قریب بیدار ہوا۔ کیپینگ کے باتحہ روم میں اپنے آپ کو ذرا صاف سترہ کیا اور پھر ریتوان میں چلا گیا جہاں پیشہ سیاح اپنی لائی ہوئی خوارک وہاں سے خرید کر دہ مشہد بات کے بہراہ کھار ہے تھے۔ ایک نوجوان لڑکی اپنے باندھے گھوم رہی تھی۔ مجھے دیکھا تو اُسی طرح گھومتی میرے پاس آگئی۔ ”بیتے“ اُس نے نجک کر کہا۔

”میں کچھ کھانا پنڈ کروں گا،“

”کیا؟“ اُس نے انگریزی میں کہا۔

”کوئی کھانے کی پیزی...؟“

”ایک منٹ انتظار کرو“ وہ چلکی بجا کر پیشہ رکھی کے پاس گئی اور کافی ستر پر رکھا ہوا واحد میزو کارڈ اٹھا لائی۔

اس پر جن خوارکوں کے نام تھے وہ سب کی سب بے حد شریعت اور بد منہ تھیں۔

ان میں کوئی بھی چٹکارے والی اور مزے دار نہ تھی... مثلاً ایسلے پاٹی۔ ابلما ہوا بیٹھ اور کچھ سینٹر پر دیگر پر دیگر پر آؤ“ میں نے میزو اسے تمہاتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دیر میں آئی اور ایک ایسی مچھلی کے چند بلڈرے میرے سامنے رکھ گئی جو بھی تک پانی میں تیرہ ہی تھی یعنی اس ابلی ہوتی یا تکی ہوتی مچھلی میں سے اب بھی پانی برآمد ہو رہا تھا۔

”کیا آپ کے پاس چاول وغیرہ نہیں ہیں؟“

”رائش ہے وہ اس لفظ کو چباتے ہوئے بولی“ نہیں نہیں ۰۰۰“

میں نے اپنے تھیلے میں سے ڈبل روٹی لکمالی اور اس گیلی مچھلی کو اُس میں پیٹ پیدیٹ کر کھانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ساتھ میں نے میز پر وہ کتاب پکھیا دیتے ہوئے جن میں انظر لاکن اور اس کے نواحی علاقوں کا ذکر تھا اور ان کی زنگین تصنادیر تھی۔ ان میں ایک قصبه میورن نام کا بھی تھا جو سنگ فرو کی سفید چوٹی کے بالکل دامن میں تھا اور اس کی ڈھنڈاون پر اپاٹن پھولوں کی چادریں پکھی رہتی تھیں ... اس قصبے کی تصوریوں نے ماپنختر کی سر دشاموں میں مجھے اُس لئے کے لئے گم رکھا جب میں پہلی مرتبہ اس کی بے پناہ سر سبز اور بر فانی خوبصورتی دیکھوں گا... نقشے کے حساب سے تو یہ انظر لاکن سے زیادہ دور نہیں تھا۔ راستے ہی میں رُٹے بُرُون کی آبشاریں یعنی ایک نکٹ میں دو مزے۔ مچھلی نگلنے کے بعد میں واپس شیئے میں آیا اور اپنے چھوٹے تھیلے میں صدرست کی چند اشیاء ڈال کر گھینپنگ سے باہر آگیا۔ نہر پر ایک پُل تھا۔ اس کے پار انظر لاکن بڑوں کی الہم ہوا اس کے مکان۔ بیتولان پارک بے حد نفیس تھے اور بے ہوئے تھے۔ ایک بڑے پارک میں ایک بہت بڑی گھر می تھی جو پھولوں سے بنائی گئی تھی..... اس بے پناہ دلکشی کے باوجود مجھے یہاں ایک ایسی اوسی کا احساس ہوا جو صرف مرگ میں ہوتی ہے..... اور یہ اوسی سو منزہ رہیند کے اکثر شہروں میں ہے۔ شاملہ مکمل ترتیب اور آسمانی صفائی اور نہر

شے میں تنظیم کی وجہ سے میرے ایسے بے ترتیب اور بکھرے ہوئے انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہو لیکن انٹر لاگن میں اور دیشترالپائن قصبوں میں مجھے اس خوف کی خوبصورتی کا احساس ہوا جسے ابھی ابھی کوئی بہت ہی لرزہ خیز ساخت ہوا ہے اور پورے شر کو اس کا علم ہے لیکن آپ کو کوئی منیں بتا رہا کہ کیا ہوا ہے۔

میں ایک بس پر سوار ہو کر شہر سے باہر نیگ فرو یعنی نوجوان دلہن کی چوڑی کی جانب آگیا۔ آخری ستاپ پر اتر کر میں نے اس سڑک کو دیکھا ہوا اور پرہی اور پرانٹھی جا رہی تھی اور جو بالآخر میورن کے قبیل تک پہنچتی تھی... میں سے ایک مارٹن گندل والڈ کے اتنائی دیدہ زیب قبیل کی طرف بھی جاتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میورن زیادہ دوسرینیں اس لئے میں لعنت حاصل کر کے وہاں پہنچوں گا۔ ایک دو گھنٹے سیر کر دیں گا اور اگر رہائش کا کوئی مستانہ بند دبست ہو گیا تو شب بسری کے بعد اگلی صبح واپس اپنی کینٹنگ میں آجائیں گا... میرا یہ بحمنصوبہ تھا اسے خیال خام بھی کہتے ہیں میں اس بس ستاپ پر کھڑا سوکھ گیا لیکن بلندی کی جانب رینگتی ہوئی کار میرے لئے نرٹکی۔ سورج تیزی سے پیچے جا رہا تھا۔ دو تین گھنٹے کے بعد ایک ٹریکٹر ٹرالی والے نے مجھ پر کرم کیا اور مجھے اپنی ٹرالی پر نیٹھنے کی اجازت دے دی... وہ مجھے لوٹے بڑن تک لے گیا۔

ایک اتنائی بلند چٹان میں سے ایک درمیانے دریے کی آبشاری پہ مٹا کے تک آرہی تھی۔ آبشار کے اس پاس چٹان میں سیڑھیاں تھیں تاکہ آپ اس آبشار کے "عنقریب" ہو سکیں اور اس عنقریب کے لئے ایک مناسب رقم کا ملکت خریدنا پڑتا تھا... یورپ میں سوائے کچھ آرٹ گیلریز کے آپ کچھ بھی دیکھیں اور کہیں بھی دیکھیں آپ کو اس کے لئے کچھ نہ کچھ جیب سے نکالنا پڑتا ہے... یہ چاہے کسی بزرگ اولیاء کی قبر ہو، کوئی مشور گرجا ہو، پرانا محل ہو، شاندار پارک ہو آپ ملکت خریدیں۔

اور جائیئے۔ کئی مرتبہ آپ کو ٹکٹ در ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ مثلاً آپ ایک گرجے میں  
ٹکٹ خرید کر داخل ہو گئے۔ اب اسی گرجے کے اندر ایک چیپل ہے جس میں کوئی شاہکا  
قلم کی منقصش چادریں ٹلنگی ہوئی ہیں تو ان کے لئے الگ ٹکٹ ہو گا اور اگر آپ فلاں بینٹ کے  
نژاد رات دیکھنا چاہتے ہیں تو الگ ٹکٹ...۔ بہر حال میں نے ٹکٹ خریدا اور آبشار کے  
ساتھ ساتھ پٹان میں کھڈی ہوئی سیدھیوں کے فریتے اور تک چلا گیا...۔ میں نے ذرا  
شتابی سے ادھر ادھر نگاہ ڈالی اور لقول کئے نظارے کئے اور پھر منے اُتر آیا...۔  
اب مجھے ایک ایسی لفت کی خواہش تھی بوجھے میورن تک لے جائے اور اس خواہش  
پر دم نکلنے کے علاوہ اور سب پکھنکل گیا۔ ایک تو وہاں کھڑے رہنے سے بھرکس  
نکل گیا کیونکہ یہاں بھی لفت نہیں مل رہی تھی...۔ لوٹے برومن کی آبشار کے سامنے  
سرٹک کے کنارے میں کھڑا رہا...۔ قریب ہی ایک اوپن ایٹر کافی بار تھا اور اس  
کے پہلو میں کار پارک واقع تھا۔ سیار جو انظر لائکن سے آتے تھے میں پرانی کاریں  
پارک کر کے آبشار دیکھنے کے لئے چلے جاتے تھے، ان میں سے ایک صاحب جب  
آئے تو بجھے دیکھا اور جب آبشار دیکھنے کے بعد جانے لگے تو بھی بجھے دیکھا اس  
لئے کہنے لگے "اوپر میورن کی طرف اس وقت بہت کم لوگ جاتے ہیں کیونکہ شام  
ہونے والی ہے...۔ انظر لائکن واپس جانا ہے تو آجائو"۔

"اگلی" میں فوراً اس سفید فام فرشتے کی کار میں سوار ہو گیا۔

سیلپنگ میں اکا دکا بدب روشن تھے۔ ریتووان کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور وہاں  
گھما گھنی کا احساں ہوتا تھا لیکن میں اندر نہیں گیا۔ سیلپنگ بیگ کے اندر گھس کر  
ذرا کمر سیدھی کی تو معلوم ہوا کہ کمر ہے کہ کھسکتی چلی جا رہی ہے یعنی ڈھلوان کی وجہ  
سے یہ معاملہ ہو رہا تھا۔ ما پنجھر سے روایت ہوتے وقت میں نے ایک پھر ٹاسا

لیکپ بھی خریدا تھا جو بیری سے چلتا تھا۔ اس میں درز نگ تھے ایک عام دودھیا اور دوسرا سرخ... دودھیا روشنی میں ڈاٹری لکھتا اور اس کے بعد لیٹ کر جب ذہنی آوارگی شروع ہوتی تو سرخ روشنی والا بٹن دبادیتا۔۔۔

اب روشنی سرخ تھی اور میں اداس اور بے چینی محسوس کر رہا تھا... بکیوں؟ اس لئے کہ یہ وہ عمر تھی جب اداسی اور بے چینی آپ کے نہوں میں ابليتی ہے۔ آپ اس کا جواز نہیں جانتے لیکن یہ آپ کو اپنے ساتھ پہنچتی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہوتی اور آپ کا موڑ خراب ہو جاتا ہے، ہر شے زہر لگنے لگتی ہے۔ کسی کا اختباڑنیں نہیں رہتا۔ یقین ہو جاتا ہے کہ سب لوگ آپ کو ناپسند کرتے ہیں اور آپ لوئیا کی مظلوم ترین علائق ہیں۔ رونے کو بھی چاہتا ہے اور جو بھی گیت سنتے ہیں وہ آپ کو اداس کرتا ہے۔ تمام غمگین شاعری صرف آپ کے لئے ہوتی ہے.... اس بے جواز اور بے بذب اداسی کا کوئی نام نہیں... اگر کوئی نام ہے تو اس خون میں ہو گا جو بیس برس کے لگ بھگ فوجوانوں کے بد نوں میں سنستا ہے اور انہیں کرم کرتا رہتا ہے۔ اور میں اُن دنوں اسی عمر میں تھا اور اسی لئے اداس اور بے چینی محسوس کر رہا تھا... یوں بھی جنیرو اور لوزان میں مجھے رفاقت ملی اور وہ دن یادگار ہوئے اور مانترے میں میں اکیلا رہا تو یزار رہا... انش لاکن بھی مجھے بہت مردہ لگ رہا تھا حسین تھا لیکن اس میں جان نہیں بھتی۔ وہ زندگی نہیں بھتی جو مجھے ٹکنے پر مجبور کر دیتی اس لئے میں نے کوچ کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے یہاں سے کہاں جانا تھا؟ یہ تو وہ ڈرائیور بتائے گا جو مجھے کل لفٹ دے گا مجھے کیا پتہ...۔

اگلی صبح میں نے خیمہ سمیتا۔ اُنکی سیک پر باندھا اور کیمپنگ کے دفتر کی جانب چل دیا تا کہ اپنا پاسپورٹ اور اشٹنیشن کیپنگ کا رنے حاصل کرنے کے بعد سفر دوبارہ شروع کر دوں... راستے میں ریستوران تھا اور میں اس خیال سے کہ اب جانے

۱۲۳

گرم خواراک کب نصیب ہو کچھ کھائیں کے لئے اندر چلا گیا۔

”بیتے“ دہی لڑکی پھر نمودار ہو گئی۔

”کھانے کے لئے کیا ہے؟“

”سوائے میرے ہر شے“ اس نے خوندی سے کہا۔

”میرے خیال میں مجھے اتنی بھوک نہیں ہے کہ میں تمہیں کھالوں اس لئے کچھ اور۔۔۔“

اور ہاں میزو لانے کی رحمت نہ کیجئے گا کچھ بھی لے آئیے“

میرے منع کرنے کے باوجود وہ میزو لے آئی۔

”ایک نظر دیکھ لینے میں کیا ہر جن ہے؟“ وہ مسکراتی تھی اور کچھ چھاپتی تھی اور

خاص طور پر یہ...“ اس نے میزو کی آڑی سطر پر انگلی رکھ دی۔

چھپے ہوئے میزو کارڈ کے نیچے ایک سطر مانچ کی گئی تھی ”صرف پاکستانی مسافر کے لئے... اُبلے ہوئے چاول اور ہنگیرن گولاش“

”کیا واقعی؟“ میری باچھیں کھل گئیں کیونکہ چاول ہوں اور ان کے ساتھ چاہے بہتری اور گوشت کا ملنورہ ہنگیرن گولاش ہی کیوں نہ ہو یہ تو ایک لفڑت غیر مرتکہ سے کم نہ تھا۔

”ہاں بالکل...“ اس نے گردن کو ذرا اٹھرا کیا ”خصوصی خواراک صرف آپ کے لئے“

”لے آئیے“ میں نے خوش ہو کر کہا۔

وہ چاول اُبلے ہوئے کچڑ زیادہ تھے اس لئے انہیں با آسانی کھیر بھی کہا جاسکتا تھا اور ان میں لیں اتنی زیادہ تھی کہ پتنگیں بھی بورڑی جاسکتی تھیں۔ اور گولاش تو تھا ہی گولاش..... بہر طور پر کل دالی گیلی مچھلی کی شبیت ایک شاہانہ خواراک تھی جسے میں کھاتا رہا اور ساتھ ساتھ دیپر سر لڑکی کی طرف اُس فقیر کی طرح دیکھتا رہا جو خواراک ملنے پر اپنا

تمام ستر جذبہ تسلک کر اپنی آنکھوں میں لاتا ہے اور بے وجہ مسکرا مسکرا کر سر ہلا تارہتا ہے...  
”یر یقیناً ایک انتہائی خصوصی ترجمہ تھی“ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے دیگر کا  
شکر یہ ادا کیا۔

اس نے ہجائب میں کچھ کھانہ میں صرف مسکراتی رہی اور کاؤنٹر کی طرف دیکھتی رہی۔  
میں بُل کی ادائیگی کے لئے کاؤنٹر پر گیا تو کیشیر لڑکی نے اپنے آگے رکھ کیکولر  
پرانگلیاں چلاتے ہوئے پوچھا، کیا آپ کو اپنے ملک کی خواک پسند آئی؟  
”جی ہاں.... لیکن وہ اتنی ملکی بھی نہ تھی...“

”کیا آپ لوگ چاول نہیں کھاتے؟...“  
”جی ہم لوگ چاول بھی کھاتے ہیں لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟“  
”اس لئے کہ میں نے باورچی سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے لئے خصوصی  
طور پر چاول ابالے گولاش کے ساتھ اور پھر آپ کی آسانی کے لئے میں نے بنیپر  
ٹاپ کر دیا تھا“

”آپ نے؟ میں نے ہیرت زدہ ہو کر پوچھا، لیکن...“  
”آپ کل بھی اس خواک کو میغور پر پائیں گے“ اس نے کاروباری انداز میں کہا۔  
”کل؟ میں مسکرا دیا“ شکر یہ لیکن میں تو کل یہاں نہیں ہوں گا... میں تو بھی جا  
رہا ہوں؟“

”میں آپ نہیں جا سکتے...“ اس کا لمحہ بے حد کرخت تھا لیکن فراؤ ہی وہ  
با لکل زم پڑ گئی اور تقریباً ہمکلا کر کئے لگی ”میرا مطلب ہے آپ نے یہ شہر کامل طور  
پر قو دیکھا ہی نہیں۔ ہم سو س بھی بریز اور لینڈ کو ملک کا خوبصورت تین حصہ قرار  
دیتے ہیں“

”میں نے نہ صرف یہ کہ آپ کا شہر اٹھ لائکن دیکھا ہے بلکہ میں لوٹے بروں